ترکِ تقلید ایک بدعت ہے

حضرت مولانا طاہر حسین گیاوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترکِ تقلید ایک بدعت ہے

تالیف

آدیب الکمدانی

ترجمہ

سیّد طاہر حسین گیاوی

بسم الله الرحمن الرحيم

سلسلة رسائل:

((بدع الخلف في ميزان السلف))

الرسالة الأولى

بدعة

ترك المذاهب الفقهية



تأليف
أديب الكمداني

دائرة الأوقاف والشؤون الاسلامية. إدارة الإفتاء والبحوث. قسم البحوث

سلسلة رسائل:

«بدع الخلف في ميزان السلف»

الرسالة الأولى

بدعة ترك المذاهب الفقهية

تأليف

أديب الكمداني

سلسلۂ رسائل

پہلا رسالہ

فقہی مذاہب کی مخالفت بدعت ہے

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد المصطفٰی،
وبعد:

فقد "انقسم الناس إلی فرقتین: أصحاب حدیث وأثر: وأهل فقه ونظر، وکل واحدة منهما لا تتمیز عن اختها فی الحاجة، ولا تستغنی عنها فی درك ما تنحوه من البغیة والإرادة، لأن الحدیث بمنزلة الأساس الذی هو الاصل، والفقة بمنزلة البناء الذی هو له کالفرع وکل بناء لم یوضع علی قاعدة وأساس فهو منهار، وکل اساس خلا عن بناء وعمارة فهو قفر وخراب."
(معالم السنن ۱/۳ للحافظ ابی سلیمان الخطابی توفی ۳۸۸ھ)

ز وقد صرح الخطابی بأن سوء القول فی الفقهاء إثم

فاما هذه الطبقة الذین هم اهل الحدیث والاثر فان الاکثرین إنما کدهم الروایات وجمع الطرق وطلب الغریب والشاذ من الحدیث الذی اکثره موضوع او مقلوب لایراعون المتون ولا یتفقهون المعانی ولا یستنبطون سرها ولا یستخرجون رکازها وفقهها وربما عابوا الفقهاء وتناولوهم بالطعن وادعوا علیهم مخالفة السنن ولا یعلمون أنهم عن مبلغ ما أوتوه من العلم قاصرون وبسوء القول فیهم اثمون .
(الانصاف فی بیان سبب الاختلاف للإمام ولی اللّٰہ الدهلوی ص ۱۷) ط

امام حافظ ابو سلیمان خطابی متوفی ۳۸۸ھ کا ارشاد

لوگ دو جماعتوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔

ایک جماعت حدیث اور اثر والوں کی ہے۔

دوسری جماعت فقہ اور نظر والوں کی ہے۔

ان میں سے کوئی بھی جماعت محتاج ہونے میں دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتی اور جس خواہش اور مقصد کے پانے کا رخ کرتی ہے اس میں ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتی ہے۔

اس لیے کہ حدیث کی حیثیت بنیاد کی ہے جو اصل ہے اور فقہ کی حیثیت عمارت کی ہے جو اسی اصل و بنیاد پر متفرع ہے۔

اور جو عمارت بھی کسی اصل اور بنیاد پر قائم نہ ہو وہ گر کر رہے گی اور جو بنیاد عمارت سے خالی ہوگی وہ جنگلی اور ویرانہ بن کر رہے گی۔　(معالم السنن ج۱:ص ۳)

ز　امام خطابی کا اعلان کہ فقہاء کی بدگوئی گناہ ہے

طبقۂ اہل حدیث کا حال ہے کہ ان میں اکثر کی کوشش (صرف بلا سوچے سمجھے) روایتوں کو بیان کرنا ہے اور سندوں کو اکٹھا کرنا اور ان احادیث سے غریب اور شاذ کو تلاش کرنا ہے جن کا اکثر حصہ موضوع اور مقلوب ہے یہ لوگ نہ الفاظ کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ معانی کو سمجھتے ہیں اور نہ مسائل کا استنباط کرتے ہیں اور نہ اس کے دفینہ اور فقہ کو نکالتے ہیں اور بسا اوقات فقہاء پر عیب لگاتے ہیں اور ان پر طعن کرتے ہیں اور ان پر سنن اور احادیث کی مخالفت کا دعویٰ کرتے ہیں (اور الزام لگاتے ہیں) حالاں کہ یہ نہیں جانتے کہ جس قدر علم فقہاء کو دیا گیا ہے وہ خود اس کے حصول سے قاصر ہیں اور فقہاء کو برا بھلا کہنے سے گنہگار ہوتے ہیں۔ (کشاف ترجمہ انصاف ص ۵۳)　ط

فلا يستقيم العمل بالحديث الا بالرائي ولا يستقيم العمل بالرأى الا بالحديث (كما قال محمد بن الحسن الشيباني ت١٨٩هـ، أصول السرخسي ٢/١١٣)

وكما قال التابعي الثقة إبراهيم النخعي رحمه الله تعالى ت (٩٦ هـ) لايستقيم رأى إلا برواية ولا رواية الابرأى. (رواه أبو نعيم في الحلية ٤/ ٢٢٥)

وهذه شذرات ذهبية تبيّن أهمية الفقه في الدين، وأن الحديث الشريف لا بدّ له من فقه وفهم كما أنه لا يستقيم فقه بلا حديث وأنه لابد للرجوع الى الائمة واتباع منهجهم وسلوكهم.

قال الامام احمد رحمه الله تعالىٰ (ت ٢٤١هـ)

ومن زعم أنه لا يرى التقليد، ولا يقلد دينه احدا، فهو قول فاسق عندالله ورسوله صلّى الله عليه وسلّم إنما يريد بذالك إبطال الاثر، وتعطيل العلم والسنة والتفرد بالرأى والكلام والبدعة والخلاف وهذه المذاهب والأقاويل ألتى وصفت، مذاهب اهل السنة والجماعة والآثار، واصحاب الروايات، وحملة العلم الذين أدركناهم واخذنا عنهم الحديث، وتعلمنا منهم السنن، وكانوا أئمة معروفين ثقات أصحاب صدق، يقتدى بهم ويوخذ عنهم، ولم يكونوا أصحاب بدعة، ولا خلاف ولا تخليط، وهو قول ائمتهم وعلمائهم الذين كانوا قبلهم فتمسكوا بذالك رحمكم الله وتعلموه وعلموه، وبالله التوفيق، إنتهىٰ.

امام محمد شیبانی کا فرمان عالیشان

رائے اور عقل کے بغیر حدیث پر صحیح ڈھنگ سے عمل نہیں کیا جا سکتا اور عقل اور رائے پر عمل حدیث کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔ (اصول السرحسی ج ۲: ص ۱۱۳)

تابعی جلیل امام نخعی کا ارشاد مبارک

روایت کے بغیر رائے درست نہیں ہو سکتی اور روایت بھی بغیر رائے کے درست نہ ہوگی۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۴: ص ۲۲۵) امام نخعی رحمۃ اللہ کی وفات ۹۶ھ میں ہے۔

اور یہ سنہرے ارشادات دین کے اندر فقہ کی اہمیت کو بتاتے ہیں اور اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ حدیث پاک کے لیے فہم و فقہ لازمی ہے کیوں کہ جس طرح فقہ حدیث کے بغیر درست نہیں اسی طرح ائمہ فقہ کے طریقہ کار کی اتباع اور ان کی راہ کی پیروی کے بغیر چارہ نہیں۔

امام احمد بن حنبل کا ارشاد پاک متوفی ۲۴۱ھ

جس شخص کا گمان ہے کہ تقلید کوئی چیز نہیں اور وہ دین کے معاملہ میں کسی کی تقلید نہیں کرتا تو اس شخص کا قول خدا اور اس کے رسول کے نزدیک ایک نافرمان کا قول ہے جو اپنے اس قول کے ذریعہ علم و سنت کو رائیگاں اور اثر کو باطل کرنا چاہتا ہے اور خود رائی بکو اس بدعت اور اختلاف کی بنیاد رکھنا چاہتا ہے۔

یہ اقوال و مذاہب جو میں نے ماسبق میں ذکر کیے ہیں حدیث و آثار والوں اور اہل سنت والجماعت کے مذاہب ہیں اور ان ارباب علم کے اقوال و مذاہب ہیں جن کو ہم نے پایا ہے اور جن سے ہم نے علم حدیث حاصل کیا ہے اور جن سے سنن کی تعلیم حاصل کی ہے وہ اصحاب صدق اور معروف و معتمد ائمہ دین تھے جن سے دین حاصل کیا جاتا ہے اور جن کی پیروی کی جاتی ہے نہ وہ اہل بدعت تھے اور نہ مخالفت اور گڑبڑ پیدا کرنے والے تھے۔

اور یہی قول ان کے پہلے ائمہ دین کا ہے اس لئے تم بھی اس کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ (خدا تم پر رحم کرے) اور اسی کو سیکھ لو اور سکھاؤ توفیق اللہ کی طرف سے ہے۔

(أنظر طبقات الحنابلة للامام ابن ابى يعلى الفراء ١/ ٣١ و ١/ ٦٥ فى الطبعة الجديدة التى طبعت بمناسة الاجتفال بمرور مائة عام على تاسيسى المملكة على تفقة خادم الحرمين الشرفين الملك فهد بن عبدالعزيز)

تنبيه: قال الامام احمد هذا الكلام خلال رسالة، رواها ابن ابى يعلى بسنده إليه، وقد وقع فى هذه الرسالة بعض الألفاظ المشكلة التى تنزه الإمام أحمد عن التلفظ بها ونجزم بأن أحد رواة هذه الرسالة هو الذى تصرف فى بعض ألفاظها لبعده عن الفقه ومدلولات الأ لفاظ، وهذا كثير فى الرواة غير الفقهاء، فقد وقع فى الرسالة خلال الحديث عن كلام اللّٰه تعالىٰ [و﴿كلم اللّٰه مُوسٰى تكليما﴾ من فيه وناوله التوراة من يده إلى يده] انتهى بحروفه:

فلفظ ((فيه)) و ((يده إلى يده)) لايتفق ذالك مع عقيدة الإمام أحمد ومنهجه فلا شك أن ذالك من تصرف أحد الرواة عن الإمام أحمد:

ومع هذا فلا يمنع ذالك الأخذ بباقى الرسالة لأنها لا تخالف مذهبه ولا ما عليه السلف وكم من نص مروى بسند صحيح أكثر الفاظه لاغبار عليها أو عليه، إلا لفظة أو جزءً ا من النص رواه الرواة بالمعنى وتصرفوا فيه حسب فهمهم فأحالوا المعنى وقلبوه رأساً على عقب، وثبت ذالك فى بعض الأحاديث نبه عليها الحفاظ الفقهاء، وهذا فتح البارى للحافظ الفقيه ابن حجر خير شاهد على ذالك، فلينظر من أراد التحقيق فى هذة المسألة .

طبقات الحنابلہ تصنیف امام ابن ابی یعلی الفراء ج اص ۳۱ و ج اص ۶۵ طبع جدید جو سعودی حکومت کے صد سالہ جشن کے موقع پر شائع کی گئی ہے اور شاہ فہد خادم الحرمین الشریفین کے خرچ سے شائع ہوئی ہے۔

(نوٹ) امام احمد کا یہ ارشاد اس رسالہ کے اندر ہے جس کو ابن ابی یعلی نے امام احمد تک اپنی سند سے روایت کیا ہے اس رسالہ میں بعض ایسے مشکل الفاظ بھی ہیں جن کو زبان پر لانے سے ہم امام احمد کی ذات کو بری سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ اس رسالہ کی راویوں میں سے کسی نے اس رسالہ کے بعض الفاظ میں تصرف کیا ہے، کیوں کہ وہ سمجھ اور الفاظ کے مدلولات سے بعید ہے، اور اس طرح کی بات غیر فقیہ راویوں سے بہت زیادہ واقع ہوتی ہے، پس امام احمد کے رسالۂ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد و کلم اللہ موسی تکلیما پر گفتگو کے دوران لکھا ہے:۔

اپنے منہ سے گفتگو کی اور موسی کو تو ارت اپنے ہاتھ سے ان کے ہاتھ میں دی لیکن یہ الفاظ امام احمد بن حنبل کے عقیدے اور مسلک سے میل نہیں کھاتے اس لیے اس میں کوئی شک نہیں کہ امام احمد سے روایت کرنے والوں میں سے کسی کا تصرف ہے۔

لیکن اس کے باوجود اس رسالہ کے باقی حصہ کو قبول کرنے سے منع نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ وہ نہ امام احمد کے مذہب کے خلاف ہے اور نہ اس مسلک کے جس پر سلف تھے بہت سے نصوص جو صحیح سند سے مروی ہیں ان کے بیشتر الفاظ یا وہ نص بے غبار ہوتے ہیں بجز ایک آدھ لفظ یا نص کے کسی خاص ٹکڑے کے جس کو کسی راوی نے بالمعنی روایت کر دیا ہے یا اپنی فہم کے مطابق اس میں تصرف کر ڈالا ہے، اس طرح انھوں نے معنی کو پھیر دیا ہے یا سر سے پاؤں تک الٹ کر رکھ دیا ہے یہ حقیقت بعض حدیثوں میں ثابت ہو چکی ہے جس پر حفاظ فقہاء نے تنبیہ بھی کر دی ہے یہ فتح الباری حافظ فقیہ ابن حجر علیہ الرحمہ کی تصنیف اس بات پر بہترین گواہ ہے اس لئے جس کو اس مسئلہ کی تحقیق درکار ہو وہ اس کا بغور مطالعہ کر لے۔

وقال الإمام أحمد رحمه اللّٰه: إذا كان عندالرجل الكتب المصنفة فيها قول رسول اللّٰه صلّى اللّٰهُ عليه وسلم واختلاف الصحابة والتابعين، فلا يجوز أن يعمل بما شاء ويتخير فيقضى به ويعمل به، حتى يسأل أهل العلم ما يؤخذ به: فيكون يعمل على أمر صحيح.

(إعلام الموقعين لابن القيم ١/٤٤)

وقال الامام الحافظ الفقيه أبوالحسن الميمونى رحمه اللّٰه تعالىٰ (ت ٢٧٤هـ) قال لى أحمد: يا أباالحسن إياك أن تتكلم فى مسئلة ليس لك فيها إمام. (مناقب الإمام أحمد لابن الجوزى ص ١٧٨، والمسودة لأل تيميه ص١٠٤ و٤٨٤، والسير للذهبى ج١١/٢٩٦)

وقال الامام ابن تيمية رحمه اللّٰه تعالىٰ (٧٢٨هـ)

وما رواه (يعنى الامام احمد) من سنة او اثر وصححه أو حسنه أو رضى بسنده أو دونه فى كتبه ولم يرده ولم يفت بخلافه فهو مذهبه وقيل: لا. (المسودة لأل تيمية ص٤٧٣)

امام احمد بن حنبل کی نصیحت

اگر کسی کے پاس ایسی کتابیں ہو جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نیز صحابہ و تابعین کے اختلافات جمع کیے گئے ہیں تو اس کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ جیسے چاہے عمل کر لے اور جو پسند ہو اس کے مطابق فیصلہ یا عمل کر لے تاوقتیکہ اہل علم سے معلوم نہ کر لے کہ کس قول کو اختیار کرنا چاہیے تا کہ عمل صحیح امر پر ہو سکے۔

(اعلام الموقعین تصنیف ابن قیم ج ۱/ص ۴۴)

امام جلیل فقیہ ابوالحسن میمونؒ کا ارشاد مبارک

امام احمد بن حنبل نے مجھ سے فرمایا اے ابوالحسن تم کسی ایسے مسئلہ میں گفتگو کرنے سے پرہیز کرو جس میں تمہارا کوئی امام نہ ہو۔

مناقب الامام احمد تصنیف ابن الجوزی ص ۱۷۸ اور مسودہ لال تیمیہ ص ۴۰۱ و ۴۸۴ اور سیر اعلام النبلاء للذہبی ج ۱۱/ص ۲۹۶)

فقیہ ابوالحسن میمونی کی وفات ۲۷۴ کی ہے۔

حافظ ابن تیمیہ کا فرمان وفات ۷۲۸ھ

امام احمد بن حنبل نے جس اثر یا سنت کو روایت کیا ہے اور اس کو صحیح یا حسن قرار دیا ہے یا اس کی سند پر راضی ہوئے یا اپنی کتابوں میں نقل کیا اور تردید نہ کی یا اس کے خلاف فتوئ نہ دیا ہو تو وہ ان کا مذہب قرار پائے گا لیکن یہ بھی کہا گیا ہے کہ مذہب قرار نہیں پائے گا۔ (المسودہ لال تیمیہ ص ۴۷۳)

ز قال العلامة الحافظ ابن القيم رحمه اللّٰه
ينقل عن عمرو بن الصلاح المتوفى (٦٤٣هـ)
ومن وجد حديثا يخالف مذهبه فان كملت الة الاجتهاد مطلقا أوفى مذهب امامه أو فى ذالك النوع او فى تلك المسئلة فالعمل بذالك الحديث اولى وان لم تكمل الالة ووجد فى قلبه حزازة من مخالفة الحديث بعد إن بحث فلم يجد لمخالفته عنده جوابا شافيا فلينظر هل عمل بذالك الحديث امام مستقل أم لا فان وجدهٗ فله أن يتمذهب بمذهبہٖ فى العمل بذالك الحديث ويكون عذرًا له فى ترك مذهب امامه فى ذالك واللّٰه أعلم (اعلام الموقعين ٢٣٧/٤)
تحسين هذا لقول من الامام النووى، والامام ولى اللّٰه الدهلوى وحسنه النووى وقررهٗ. (عقد الجيد ص ٤٤) ط
وقال الامام الحافظ الناقد شمس الدين الذهبى رحمه اللّٰه (ت٧٤٨هـ) فى سير اعلام النبلاء (٤٠٥/١٦) خلال رده على من يقول (الأخذ بالحديث أولى من الاخذ بقول الشافعى وابى حنيفة): قلت ـ القائل الذهبى ـ: هذا جيد لكن بشرط ان يكون قد قال بذالك الحديث إمام من نظراء هٰذين الامامين ـ الشافعى وابى حنيفة ـ مثل مالك أو سفيان أو الأوزاعى، وبأن يكون الحديث ثابتاً سالماً من علة، وبان لا يكون حجة ابى حنيفة والشافعى حديثاً صحيحاً معارضاً للأخر. أما من أخذ بحديث صحيح وقد تَنكبه سائر أئمة الاجتهاد: فلا. انتهىٰ. ثم ذكر ادلة على ذالك.

علامہ ابن قیم حنبلی علیہ الرحمہ کی رائے عالی

ز ابوعمرو بن صلاح سے منقول ہے:

اگر کوئی شخص کسی حدیث کو اپنے مذہب کے خلاف پائے تو اگر اس میں مطلق اجتہاد یا اجتہاد فی المذہب یا اس نوع میں اجتہاد یا خاص اس مسئلہ میں اجتہاد کی مکمل اہلیت ہو تو اس کے لیے حدیث پر عمل کرنا بہتر ہے، لیکن اگر اہلیت مکمل نہ ہو اور اپنے دل میں حدیث کی مخالفت سے قلق اور گرانی محسوس کرے جب کہ تلاش و تحقیق کے بعد بھی اس کی مخالفت کے لیے کوئی جواب شافی نہ پا سکا ہو تو پھر غور کرے کہ اس حدیث پر کسی مستقل (مجتہد مطلق) امام کا عمل ہے یا نہیں اگر کسی مستقل امام کا اس پر عمل ہے تو اس حدیث میں اسی امام کے مذہب پر عمل کر لے اور یہ اس کے لیے اپنے امام کے مذہب کو چھوڑ دینے کے لیے صرف اس مسئلہ میں ایک عذر ہوگا۔ واللہ اعلم۔

امام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ امام نوویؒ نے ابن صلاح کے اس قول کی تحسین کی ہے اور بلا تنقید برقرار رکھا ہے۔ (عقد الجید ص ۴۴) ط

امام ناقد حافظ شمس الدین ذہبیؒ کا فرمان ذیشان

حدیث پر عمل کرنا امام ابوحنیفہؒ یا امام شافعیؒ کے قول پر عمل کرنے سے بہتر ہے۔

اس پر رد کرتے ہوئے امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:-

میں کہتا ہوں یہ عمدہ بات ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس حدیث پر عمل کا قائل ان دونوں اماموں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے ہمسر کوئی امام بھی ہو جیسے امام مالک یا امام سفیان یا امام اوزاعی اور اس شرط کے ساتھ کہ وہ حدیث ثابت اور ہر علت سے پاک بھی ہو نیز یہ بھی شرط ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعیؒ کے پاس دلیل میں کوئی دوسری صحیح حدیث اس حدیث کے خلاف نہ ہو لیکن اگر کوئی کسی صحیح حدیث پر اس طرح عمل کرتا ہے کہ اس حدیث کے خلاف تمام ائمۂ اجتہاد جمع ہوں تو ایسی صورت میں ہرگز اس حدیث پر عمل جائز نہیں۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی ج ١٦: ص ۴۰۵)

اس کے بعد امام ذہبی نے اپنے قول کے دلائل جمع فرمائے ہیں۔

وقال الحافظ الذهبي ايضا في السير (۱۸/۱۹۱-۱۹۲) بعد أن نقل قول ابن حزم: أنا أتبع الحق وأجتهد ولا أتقيد بمذهب: فعلّق الذهبي على ذلك:- قلت: نعم، من بلغ رتبة الاجتهاد، وشهد له بذلك عدة من الائمة لم يسغ له ان يقلد - كما أن الفقيه المبتدى والعامي الذي يفحظ القرآن أو كثيراً منه لا يسوغ له الاجتهاد أبداً، فكيف يجتهد؟ وما الذي يقول؟ وعلام يبني؟ وكيف يطير ولما يُرَيِّش؟.

والقسم الثالث، الفقيه المنتهي اليقظ الفهم المحدث، الذي قد حفظ مختصرا في الفروع، وكتابا في قواعد الاصول، وقرأ النحو، وشارك في الفضائل مع حفظه لكتاب اللّٰه وتشاغله بتفسيره، وقوة مناظرته، فهذه رتبة من بلغ الاجتهاد المقيد، وتأهل للنظر في دلائل الائمة.

امام ذہبی کا دوسرا ارشاد عالیشان

حافظ ابن حزم کا قول ہے کہ میں اجتہاد کرتا ہوں کسی مذہب خاص میں مقید نہیں حق کی پیروی کرتا ہوں ابن حزم کے اس قول کا رد کرتے ہوئے امام ذہبی فرماتے ہیں۔

میں کہتا ہوں جو شخص اجتہاد کے رتبہ کو پہنچ چکا ہو اور اس کے حق میں چند ائمہ نے شہادت بھی دے دی ہو اس کے لیے تقلید جائز نہیں ہے۔

جس طرح کوئی عامی یا فقیہ مبتدی جس نے قرآن یا اس کا زیادہ حصہ یاد کرلیا ہے اس کے لیے اجتہاد جائز نہیں۔ بھلا وہ کیسے اجتہاد کرے گا؟ اور کیسے کوئی رائے قائم کرے گا؟ اور کس بل پر اپنے مذہب کی عمارت کھڑی کرے گا اور کیسے میدان اجتہاد میں پرواز کرے گا جب کہ اس کے پر بھی اوگے نہ ہوں۔

تیسری قسم: وہ فقیہ منتہی بیدار مغز سمجھدار محدث ہے جس کو فروع میں کوئی مختصر یاد ہو اور قواعد الاصول میں کوئی کتاب یاد ہو اور نحو یاد ہو اور کمالات میں ایک حصہ کا مالک ہو ساتھ ہی اللہ کی کتاب حفظ اور اس کی تفسیر کا مشغلہ رکھتا ہو اور بحث و تحقیق کی صلاحیت رکھتا ہو تو یہ مرتبہ اس شخص کا ہے جو اجتہاد مقید (یعنی اجتہاد فی المذہب) کو پہنچا ہے اور اماموں کے دلائل میں غور کرنے کا اہل ہے۔

فمتى وضح له الحق في مسئلة وثبت فيها النص وعمل بها أحد الائمة الأعلام كابي حنيفة مثلاً، أو كما للك أو الثورى أو الاوزاعى أو الشافعي وابى عبيد واحمد واسحاق، فليتبع فيها الحق ولا يسلك الرخص وليتورع، ولا يسعه فيها بعد قيام الحجة عليه تقليد، فان خاف ممن يشغب عليه من الفقهاء فليتكتم بها ولا يترائى بفعلها، فربما اعجبته نفسه، واحب الظهور فيعاقب، ويدخل عليه الداخل من نفسه، فكم من رجل نطق بالحق وأمر بالمعروف فيسلط اللّٰه عليه من يؤذيه لسوء قصده وحبه للرياسة الدينية، فهذا داء خفي سار في نفوس الفقهاء، (ثم قال الذهبى) ومن طلب العلم للمدارس والافتاء، والفخر والرياء: تحامق، واختال، وازدرى بالناس، وأهلكه العجب، ومقتته الأنفس ﴿قد أفلح من زكّٰها وقد خاب من دسّٰها﴾ انتهىٰ.

وقال الحافظ بن رجب الحنبلى رحمه الله (ت ٧٩٥) فى كتابه...... بيان فضل علم السلف على علم الخلف (ص٥٧) فأما الائمة وفقهاء اهل الحديث فإنهم يتبعون الحديث الصحيح حيث كان، اذا كان معمولا به عند الصحابة ومن بعدهم أو عند طائفة منهم، فأما مااتفق السلف على تركه فلا يجوز العمل به، لانهم ما تركوه الاعلى علمٍ أنه لا يعمل به: قال عمر بن عبدالعزيز: خذوا من الراى ما يوافق من كان قبلكم، فإنهم كانوا أعلم منكم. انتهٰى

تو ایسے شخص کے نزدیک جب کسی مسئلہ میں حق واضح ہو جائے اور اس میں کوئی نص ثابت ہو جائے جس پر ائمہ علام میں کسی کا عمل بھی ہو مثلاً امام ابوحنیفہ یا جیسے امام مالک یا سفیان ثوری یا امام اوزاعی یا امام شافعی اور ابوعبید یا امام احمد اور امام اسحاق تو اب اس مسئلہ میں حق کی پیروی کر سکتا ہے، لیکن رخصتوں کی راہ نہ اپنائے بلکہ تورع سے کام لے اور اب اس مسئلہ میں حجت قائم ہو جانے کے بعد اس کے لیے تقلید کی گنجائش نہیں ہے تاہم اگر اپنے اور فقہاء کے شور و شغب سے خطرہ محسوس کرتا ہو تو اس دلیل کو راز میں رکھے اور اس پر عمل کر کے نمائش نہ کرے، کیوں کہ بسا اوقات خود فریبی کا شکار ہو جائے گا اور شہرت پسند بن بیٹھے گا اور سزا بھگتنی پڑے گی اور اس کا نفس اس پر غالب ہو جائے گا بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے کلمہ حق بولا اور امر بالمعروف کیا لیکن ان کی بدنیتی اور دینی قیادت پسندی کی وجہ سے اللہ نے ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کر دیا جنھوں نے ان کو تکلیف پہنچائی پس یہ ایک خفی بیماری ہے جو علماء کے نفس میں گھسی ہوئی ہے۔

اور جو شخص علم کی طلب مدارس اور افتاء کے عہدوں اور فخر و ریا کے لیے کرتا ہے وہ حماقت کا شکار اور فریب خوردہ بنا اور لوگوں کی عیب جوئی میں پڑا غرور نے اس کو ہلاک کیا اور لوگوں کی عداوتوں کا نشانہ بنا۔ قد افلح من زکاھا و قد خاب من دساھا.

حافظ ابن رجب حنبلی کا ارشاد گرامی

ائمہ دین اور اہل حدیث فقہاء کرام حدیث صحیح کی پیروی کرتے ہیں چاہے جہاں بھی موجود ہو بشرطیکہ وہ حدیث صحابہ اور ان کے بعد والوں کے نزدیک معمول بہ ہو یا ان میں ایک جماعت کے نزدیک معمول بہ ہو، لیکن وہ حدیث جس کے ترک پر سلف میں اتفاق ہو تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ انہوں نے اس کو متروک نہیں قرار دیا مگر یہ کہ ان کے پاس اس بات کا علم ہے کہ وہ حدیث معمول بہ نہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں رائے میں سے صرف اس کو لے لو جو تم سے پہلے والوں کے موافق ہو کیوں کہ وہ تم سے زیادہ علم والے تھے۔ (بیان فضل علم السلف علی علم الخلف تصنیف ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ ص ۵۷)

وقال ابن رجب ايضا (ص٦٩): وفي زماننا (والحافظ ابن رجب توفي سنة ٧٩٥) يتعين كتابة كلام ائمة السلف المقتدى بهم الى زمن الشافعي واحمد واسحاق وابى عبيد، وليكن الإنسان على حذرمما حدث بعدهم، فانه حدث بعدهم حوادث كثيرة، وحدث من انتسب الى متابعة السنة والحديث من الظاهرية ونحوهم، وهو اشد مخالفة لها، لشذوذه عن الائمة، وانفراده عنه بفهم يفهمه أو ياخد مالم يأخذ به الائمة من قبله: انتهى .

تنبيه: هذه النصوص النفيسة ـ وإن كانت صادرة عن الائمة المتأخرين ـ فهي تؤيد معنى ما قرره السلف وفيه التصريح بخطورة دعوى هجر المذاهب ومحاربتها والوقوف ضدها، من اناس ما شموا رائحة العلم، وتأمل كلام الحافظ الذهبي فإنه ذهبي، وتأمل كلام الحافظ ابن رجب فان فيه العجب.

وقال الامام التابعي الثقة ابراهيم النخعي رحمه اللّٰه، إني لأسمع الحديث فأنظر الى ما يؤخذ به فأخذ به وأدع سائره، (رواه بن ابى خثيمة كما في شرح علل الترمذى لابن رجب ٤١٣/١، وابونعيم في الحلية ٢٢٥/٤)

حافظ ابن رجب مزید فرماتے ہیں ہمارے زمانہ میں یہ بات متعین ہے کہ ان ائمہ سلف کے اقوال لکھے جائیں جن کی اقتداء کی جاتی ہے امام شافعی اور احمد اور امام ابو عبید کے دور تک اور ان کے دور کے بعد جو کچھ رونما ہوا ہے اس سے پرہیز کیا جاۓ، اس لیے کہ ان ائمہ کے دور کے بعد بہت سے نئے حوادث پیش آئے ہیں اور ایسے لوگ رونما ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے کو منسوب تو سنت اور حدیث کی پیروی کی طرف کیا ہے، حالاں کہ وہ سب سے زیادہ اس کی مخالفت کرنے والے ہیں، اس لیے کہ وہ ائمہ اسلاف سے الگ ہو گئے ہیں اور اپنی فہم کے اعتماد پر ان سے جدا ہو چکے ہیں یا ایسی روایتوں پر عمل کر لیا ہے جن پر ان سے پہلے کے ائمہ نے عمل نہ کیا تھا جیسے فرقۂ ظاہر یہ وغیرہا۔ (بیان فضل علم السلف علی علم الخلف لابن رجب ص ۶۹)

نوٹ: یہ قیمتی ارشاد اگر چہ ائمہ متاخرین کے ہیں لیکن یہ اس منہج کی تائید کرتے ہیں جس کی اسلاف نے بنیاد ڈالی ہے اور ان ارشادات میں ان خطرناکیوں کی صراحت ہے جو ایسے لوگوں کے دعووں میں پوشیدہ ہے جن کو علم کی خوشبو بھی نصیب نہیں، مگر وہ فقہی مذاہب کے ترک اور ان سے مقابلہ کرنے اور ان کی مخالفت کے لیے کمر بستہ ہو گئے ہیں حافظ ذہبی کے سنہرے کلام میں غور کرو اور حافظ ابن رجب کے کلام کو بغور دیکھو اس میں عجیب نکتہ ہے۔

تابعی جلیل امام نخعی کا ارشاد

فرماتے ہیں میں حدیثوں کی سماعت کرتا ہوں پھر غور کرتا ہوں کہ ان میں سے کس کو لیا جائے گا تب اس کو لے لیتا ہوں اور باقی کو چھوڑ دیتا ہوں۔

ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء ج ۴: ص ۲۵۵ روایت کیا ہے اور حافظ ابن ابی خثیمہ نے بھی اس کو روایت کیا ہے، جیسا کہ ابن رجب کی شرح علل الترمذی کے جلد اول ص ۴۱۳ پر ہے۔

ے حافظ ابن رجب علیہ الرحمہ کا انتقال ۷۹۵ھ میں ہوا ہے ۱۲

وقال الإمام المجتهد محمد بن عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ رحمه اللّٰه (ت ٢٤٨) لایفقه الرجل فی الحدیث حتی یأخذ منه ویدع. (رواه بن عبد البر فی جامع بیان العلم ٢/ ١٣٠)

وقال الامام المجتهد عبداللّٰه بن وهب رحمه اللّٰه (ت ١٩٧هـ) لقیت ثلاث مائة عالمٍ وستین عالمًا، ولولا مالك واللیث لضللت فی العلم. (رواه ابن حبان فی مقدمة المجروحین ج١/ ٤٢)

وقال ابن وهب ایضا:

إقتدینا فی العلم باربعة إثنان بمصر واثنان بالمدینة: اللیث بن سعید وعمرو بن الحارث بمصر، والمالك والماجشون بالمدینة، لولا هؤلاء لکنا ضالین. (رواه ابن حبان أیضًا ١/ ٤٢)

والسبب فی انقاذ مالك واللیث له من الضلال صرح به ابن وهب نفسه، حیث قال مرة: لولا مالك بن انس واللیث بن سعد لهلکت، (وفی روایة لضللت) کنت أظن أن کل ما جاء عن النبی صلّی اللّٰه علیه وسلم یعمل به (انظر تاریخ دمشق لابن عاسکر ج٥٠/ص٣٥٩ وتاریخ بغداد ١٣/ ٧ وتهذیب الکلام ج٢٤/ص٢٧٠-٢٧١ وشرح العلل لابن رجب ١/ ٤١٣) وفی روایة (لابن عساکر فی التاریخ ٥٠/ ٣٥٩) أن إبن وهب ذکر اختلاف الاحادیث والناس فقال: لولا انی لقیت مالکا واللیث لضللت یقول لاختلاف الأحادیث. إنتهیٰ.

امام مجتہد محمد بن عبد الرحمٰن ابن ابی لیلیٰ متوفی ۱۴۸ھ کا قول مبارک

حدیث کے علم میں تفقہ کا درجہ انسان کو حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس میں سے کچھ پر عمل کر لے اور کچھ کو چھوڑ نہ دے۔ (جامع بیان العلم لابن عبد البر ج:۲:ص ۱۳۰)

امام مجتہد عبد اللہ ابن وہب علیہ الرحمہ متوفی ۱۹۷ھ کا ارشاد گرامی

فرماتے ہیں میں تین سو ساٹھ علماء سے ملا ہوں لیکن اگر امام مالک اور امام لیث رحمہما اللہ نہ ہوتے تو میں علم کے باوجود گمراہ ہو جاتا۔ (ابن حبان فی مقدمۃ المجروحین ج ۱/ص ۴۲)

امام عبد اللہ بن وہب کا دوسرا ارشاد

فرماتے ہیں ہم نے علم میں صرف چار علماء کی پیروی کی ہے دو مصر کے اور دو مدینہ کے لیث ابن سعد اور عمرو بن الحاث مصر کے ہیں اور امام مالک اور امام ماجیشون مدینہ کے ہیں اگر یہ چار علماء نہ ہوتے تو ہم گمراہ لوگوں میں شمار کیے جاتے۔

(حوالہ سابق ج ۱:ص ۴۲)

امام مالک اور امام لیث نے ان کو گمراہی سے کیسے بچایا اس کا سبب خود عبد اللہ ابن وہب نے بیان فرمایا ہے اس لیے کہ خود انہوں نے ایک بار صراحت کی ہے کہ اگر امام مالک ابن انس اور امام لیث بن سعد نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو گیا ہوتا اور ایک روایت میں ہے میں گمراہ ہو گیا ہوتا کیوں کہ میرا گمان تھا کہ جو حدیث بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اس پر عمل کرنا چاہیے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۵:ص ۳۵۹ و تاریخ بغداد ج ۱۳ص ۷ و تہذیب الکمال ج ۱۴:ص ۲۷۰ و ۲۷۱ و شرح العلل لابن رجب ج ۱:ص ۴۱۳)

اور ابن عساکر کی تاریخ ج ۵ ص ۳۵۹ پر ایک روایت میں ہے کہ عبد اللہ ابن وہب نے احادیث کے اختلافات کا اور لوگوں کے اختلافات کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا اگر میں امام مالک اور امام لیث سے نہ ملا ہوتا تو گمراہ ہو جاتا ایسا احادیث میں اختلاف کی وجہ سے فرماتے تھے۔

وفی روایة عنه قال: لو لا أن اللّٰه انقذنی بمالك و اللیث لضللت، فقیل له کیف ذالك؟ قال: أکثرت من الحدیث فحیرنی فکنت أعرض ذالك علی مالك و اللیث، فیقولان لی: خذ هذا ودع هذا. (ترتیب المدارك للقاضی عیاض ۴۲۷/۲)

وسبب هذا الاختلاف فی الفاظ وروایات کلام إبن وهب هو أنه کان یحدث بذالك مرارًا، فقد رویٰ إبن عبدالبر فی التمهید (۲٦/۱) من طریق ابی جعفر الأیلی قال: سمعت إبن وهب مالا احصی، لو لا أن اللّٰه أنقذنی بمالكٍ و اللیث لضللت.

وقال ابن وهب أیضا، الحدیث مضلّة إلا للعلماء: (ترتیب المدارك ۹٦/۱)

وقال إبن وهب أیضا، کل صاحب حدیث لیس له إمام فی الفقه فهو ضالٌ، ولو لا أن اللّٰه أنقذنا بمالك و اللیث لضللنا. (الجامع لإبن ابی زید القیروانی ص۱۵۱)

اور انہیں عبداللہ ابن وہب سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اگر اللہ تعالی مجھے امام مالک اور امام لیث کے ذریعہ نہ بچاتا تو میں گمراہ ہو گیا ہوتا ان سے دریافت کیا گیا ایسا کیوں؟ تو جواب میں فرمایا میں نے حدیثیں کثرت سے حاصل کیں مگر حدیثوں نے مجھے حیرانی میں ڈال دیا تو میں ان کو امام مالک اور امام لیث کے سامنے پیش کرتا رہا اور وہ دونوں مجھے بتاتے رہے کہ اس پر عمل کرو اور اس کو چھوڑ دو۔

(ترتیب المدارک تصنیف قاضی عیاض مالکی ج ۲: ص ۴۲۴)

عبداللہ ابن وہب کی روایتوں اور ان کے کلام میں الفاظ کے اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ بات بار بار کثرت سے بیان فرماتے تھے علامہ ابن عبدالبر نے التمہید ج ۱: ص ۲۶ پر ابو جعفر ایلی کے طریق سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن وہب کو ان گنت مرتبہ یہ کہتے سنا ہے اگر اللہ نے میری حفاظت امام مالک اور امام لیث کے ذریعہ نہ کی ہوتی تو میں گمراہ ہو جاتا۔

امام مالک کے جلیل القدر شاگرد امام عبداللہ بن وہب کا ایک اور ارشاد گرامی

فرماتے ہیں حدیثیں علماء کے علاوہ دوسروں کے لیے گمراہی کا ذریعہ ہیں۔

(ترتیب المدارک ج ۱: ص ۹۶)

نیز عبداللہ بن وہبؒ فرماتے ہیں: جس اہل حدیث کا فقہ میں کوئی امام نہ ہو وہ گمراہ ہے، اگر اللہ تعالی ہم کو امام مالک اور امام لیث کے ذریعہ نہ بچاتا تو ہم گمراہ ہو جاتے۔ (الجامع لابن زید القیروانی ص ۱۵۱)

وقال الامام سفيان بن عيينة رحمه اللّٰه تعالى (ت ١٩٨هـ) الحديث مضلة إلا للفقهاء: نقله عنه إبن ابى زيد القيروانى وقال فى توضيح ذالك: يريد أن غيرهم قد يحمل شيئا على ظاهره وله تأويل من حديث غيره أو دليل يخفى عليه أو متروك أوجب تركه غير شيئ مما لا يقوم به إلا من استبحر وتفقه.

(انظر جامع لابن ابى زيد ص ١٥٠)

وقال إبن وهب: نظر مالك الى العطاف بن خالد، فقال مالك: بلغنى أنكم تأخذون من هذا!! فقلت بلى فقال: ما كنا نأخذ إلا من الفقهاء. (ترتيب المدارك ج١/ ١٢٤-١٢٥)

وقال الامام الشافعى رحمه اللّٰه (ت ٢٠٤هـ) قيل لمالك بن أنس: إن عند إبن عيينة عن الزهرى اشياء ليست عندك! فقال مالك: وأنا كل ما سمعته من الحديث أُحدِّث به؟ أنا إذن أريد أن أضلهم، (رواه الخطيب فى الجامع لأخلاق الراوى وآداب السامع ٢/ ١٠٩)

وقال محمد بن القطان رحمه اللّٰه لو أن إنسانا اتبع كل ما فى الحديث من رخصة لكان به فاسقاً. (العلل للإمام احمد ١/ ٢١٩).

امام سفیان بن عیینہؒ متوفی ۲۹۸ھ کا فرمان عالیشان

حدیثیں فقہاء کے علاوہ باقی لوگوں کو گمراہ کر دینے والی ہیں۔

ان کا یہ قول ابن ابی زید القیر وانی نے نقل کرنے کے بعد اس کی تشریح میں فرمایا ہے کہ ان کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ غیر فقہاء میں سے کوئی شخص حدیث کو اس کے ظاہری معنی پر محمول کر لیتا ہے، حالاں کہ کسی دوسری حدیث سے اس میں تاویل ضروری ہوتی ہے یا اس حدیث کے خلاف کوئی دلیل ہوتی ہے جو اس پر مخفی رہ گئی یا وہ حدیث متروک العمل ہے۔ جس کے ترک کو واجب کرنے والی کوئی چیز ہوتی ہے۔ جس پر ماہر فقہ یا عالم متبحر ہی حجت قائم کر سکتا ہے۔ (الجامع لابن زید القیر وانی ص ۱۵۰)

امام مالک کا ارشاد گرامی

عبداللہ ابن وہب فرماتے ہیں امام مالک نے عطاف[1] بن خالد کو دیکھ کر فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ اس سے حدیثیں حاصل کرتے ہو تو میں نے کہا ہاں! اس پر امام مالک نے ارشاد فرمایا ہم لوگ صرف فقہاء سے علم حاصل کرتے تھے۔

(ترتیب المدارک ج ۱: ص ۱۲۴ و ۱۲۵)

امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا فرمان مبارک

فرماتے ہیں امام مالک بن انس سے کہا گیا سفیان بن عیینہ کے پاس امام زہری سے مروی بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جو آپ کے پاس نہیں ہیں، اس پر امام مالک نے جواب میں فرمایا کیا میں جتنی حدیثیں سنتا ہوں سب بیان کر دیتا ہوں؟ اگر ایسا کروں تب تو میں لوگوں کو گمراہ کر ڈالوں گا۔ (خطیب بغدادی نے اس کو الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع کی ج ۲ ص ۱۰۹ پر نقل کیا ہے)

امام محمد ابن یحیٰ قطان کا ارشاد عالی

فرماتے ہیں اگر کوئی انسان ان تمام رخصتوں کی پیروی کرنے لگے جو حدیث میں آئی ہیں تو وہ اس کی وجہ سے فاسق ہو جائے گا۔ (العلل للامام احمد ج ۱: ص ۲۱۹)

---

[1] عطاف بن خالد ابوصفوان المدنی۔ تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۱۴۲

وقال الحافظ أبونعيم الفضل بن دكين رحمه الله (ت ٢١٨هـ)، وهو من أشهر مشاهير شيوخ البخاري: كنت أمر على زفر (وهو من أكابر فقهاء أصحاب الإمام أبى حنيفة) وهو محتب بثوب فى كنده فيقول: يا أحول، تعال حتى أغربل لك أحاديثك: فأريه ماقد سمعت، فيقول: هذا يوخذ به وهذا لا يؤخذ به، وهذا ناسخ وهذا منسوخ.

(الفقيه والمتفقه ١٦٣/٢)

وقال الإمام اسماعيل بن يحيى المزنى رحمه الله (ت ٢٦٤هـ) فانظروا رحمكم الله على ما فى أحاديثكم التى جمعتموها: واطلبوا العلم عند اهل الفقه تكونوا فقهاء إن شاء الله.

(ألفقيه والمتفقه للخطيب ٣٥/٢)

وقال الامام ابوالزناد عبدالله بن ذكوان أمير المؤمنين فى الحديث رحمه الله (ت ١٣٠هـ): وإيم الله إن كنا لنلتقط السنن من اهل الفقه والثقة، ونتعلهما شبيها بتعلمنا اىٔ القران.

(جامع بيان العلم لابن عبدالبر ٩٨/٢)

حافظ ابو نعیم فضل بن دکین متوفی ۲۱۸ھ کا ارشاد گرامی

یہ امام بخاری کے مشہور شیوخ میں سب سے زیادہ مشہور شیخ ہیں۔

فرماتے ہیں میں امام زفر (جو امام ابو حنیفہ کے شاگردوں اور اکابر فقہاء میں ہیں) کے پاس سے مقام کندہ میں گذرتا تو وہ کپڑے سے احتباء کر کے بیٹھے ہوتے تھے تو کہتے اے بھینگا یہاں آتا کہ تیرے لیے تیری حدیثوں کو چھان پھٹک کر تجھ کو دے دوں جب میں ان کے سامنے وہ ساری حدیثیں جو سنی ہوتیں پیش کر دیتا اور وہ فرماتے اس حدیث پر عمل کیا جائے گا اور اس پ عمل نہیں کیا جائے یہ ناسخ ہے وہ منسوخ ہے۔

(الفقیہ والمتفقہ ج ۲: ص ۱۶۳)

امام اسماعیل بن یحییٰ المزنی رحمہ اللہ متوفی ۲۶۴ھ کا ارشاد گرامی

فرماتے ہیں اللہ تم پر رحم کرے ان حدیثوں پر جن کو تم نے جمع کر لیا ہے غور کر لیا کرو اور علم اہل فقہ سے حاصل کرو تو انشاء اللہ تم فقہاء بن جاؤ گے۔

(الفقیہ والمتفقہ للخطیب ج ۲ ص ۳۵)

امیر المؤمنین فی الحدیث امام ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان متوفی ۱۳۰ھ کا فرمان

خدا کی قسم ہم لوگ سنتوں کا علم قابل اعتماد اور فقہ والوں سے لیا کرتے تھے، اس کو اس طرح سیکھتے تھے جس طرح ہم قرآن کی آیتیں سیکھتے ہیں۔

(جامع بیان العلم لابن عبد البر ج ۲: ص ۹۸)

وقال الامام الجليل إبن أبى زيد القيروانى رحمه اللّٰه تعالىٰ (ت٣٨٩هـ)، وهو يُعَدِّدُ عقائد أهل السنة والحق، ويذكر هديهم: (والتسليم للسنن) لا تعارض برأى، ولا تدفع بقياس، وما تأوله منها السلف الصالح تأولناهُ، وما عملوا به عملناهُ، وما تركوه تركناه، يسعنا أن نمسك عما أمسكوا، ونتبعهم فيما بينوا، ونقتدى بهم فيما استنبطوه ورواه فى الحوادث ولا نخرج عن جماعتهم فيما اختلفوا فيه أو فى تأويله: وكل ما قدمناه ذكره فهو قول أهل السنة وأئمة الناس فى الفقه والحديث على ما بيناه، وكله قول مالك، فمنه منصوص من قوله ومنه معلوم من مذهبه.

ثم قال إبن ابى زيد: قال مالك: والعمل أثبت من الاحاديث، قال من اقتدى به إنه يضعف (وفى نسخة يصعب) أن يقال فى مثل ذالك: حدثنى فلان عن فلان: وكان رجال من التابعين يبلغهم عن غيرهم الأحاديث فيقولون: ما نجهل هذا، ولكن مضى العمل على غيره. (وفى نسخة: على خلافه)

امام جلیل ابن ابی زید القیر وانی متوفی ۳۸۹ھ کا ارشاد

وہ اہل حق اور اہل سنت کے عقائد شمار کراتے ہوئے فرماتے ہیں اور ان کے طریقۂ کار کا تذکرہ کرتے ہیں سنتوں کو تسلیم کرنے کے بعد کسی رائے سے ان کا معارضہ نہیں کیا جاسکتا نہ کسی قیاس کے ذریعہ ان کو رد کیا جاسکتا ہے، البتہ سلف صالح نے ان میں سے جس کے اندر تاویل کی ہے ہم بھی اس میں تاویل کریں گے اور جس پر انہوں نے عمل کیا ہے ہم بھی اس پر عمل کریں گے اور اس میں سے جس کو انہوں نے ترک کر دیا ہے ہم بھی اس کو ترک کریں گے ہمارے لیے اس کی گنجائش ہے کہ ہم اس سے باز رہیں جس سے سلف صالح باز رہ چکے ہیں اور ان کی پیروی اُس میں کریں جس کو انہوں نے بیان کر دیا ہے اور ہم ان کی اقتداء کریں گے ان مسائل میں جن کا انہوں نے استنباط کیا ہے نئے حادثات میں جو ان کی رائے ہے اور جن مسائل میں ان کے درمیان اختلاف ہے یا جس کی تاویل میں ان کے درمیان اختلاف ہے ہم ان کی جماعت سے باہر نہیں نکلیں گے یہ جو کچھ ماقبل میں ذکر کیا گیا ہے وہ اہل سنت فقہ اور حدیث کے ائمہ کا قول ہے جیسا کہ میں نے اس کو بیان کر دیا ہے اور یہ کل کا کل امام مالک کا قول ہے کچھ تو ان کی تصریحات سے ہے اور کچھ ان کے مذہب سے معلوم ہوتا ہے۔

اس کے بعد ابن ابی زید القیر وانی فرماتے ہیں امام مالک نے ارشاد فرمایا ہے کہ احادیث کے مقابلہ میں عمل زیادہ ثابت شدہ امر ہوتا ہے۔

جن کی میں اقتدا کرتا ہوں ان کا کہنا ہے کہ یہ بات کمزور سمجھی جائے گی اور ایک روایت میں ہے مشکل سمجھی جاتی ہے کہ اس طرح کے معاملہ میں حدثنی فلان عن فلان کہا جائے تابعین میں بہت سے لوگ ایسے تھے کہ ان کے پاس دوسروں سے حدیثیں پہنچتی تھیں تو کہہ دیتے ہم ان حدیثوں سے بے خبر نہیں ہیں، لیکن عمل اس کے غیر پر ہے اور ایک نسخہ میں ہے لیکن عمل اس کے خلاف ہے۔

وكان محمد بن ابى بكر بن حزم ربما قال له أخوه: لِمَ لَمْ تقض بحديث كذا؟ فيقول لم اجد الناس عليه قال النخعي: لو رأيت الصحابة يتوضئون الى الكوعين (يعنى الى الرسغين) لتوضأت كذالك، وانا أقرؤها (الى المرافق) وذالك لأنهم لا يتهمون فى ترك السنن، وهم أرباب العلم، وأحرص خلق الله على إتباع سنة رسوله صلى الله عليه وسلم، فلا يظنن بهم ذالك أحد إلا ذو ريبة فى دينه.

قال عبدالرحمن بن مهدى (ت ۱۹۸هـ) السنة المتقدمة من سنة اهل المدينة خير من الحديث:

وقال سفيان بن عيينه: الحديث مضلة إلا للفقهاء. يريد أن غيرهم قد يحمل شيئًا على ظاهره وله تأويل من حديث غيره، أو دليل يخفى عليه، أو متروك أوجب تركه غير شئ مما لا يقوم به إلا من استبحر وتفقه: وقال إبن وهب كل صاحب حديث ليس له امام فى الفقه فهو ضالٌ، ولولا أن الله أنقذنا بمالك والليث لضللنا. (أنظر كتاب الجامع لابن أبي زيد رحمه الله ص ۱۳۹/ثم ۱۴۸-۱۵۱)

وقال إبراهيم النخعي رحمه الله تعالى: لو لم يغسلوا إلا الظفر ماجاوزناه، كفى إزراءً ا على قوم أن نخالف أعمالهم.
(الحجة للحافظ أبى القاسم الأصبهانى ۴۰۱/۲)

اور محمد بن ابی بکر بن حزم سے۔ بہت مرتبہ ان کے بھائی نے کہا آپ فلاں حدیث کے مطابق فیصلہ کیوں نہیں کرتے تو وہ جواب دیتے میں نے لوگوں کا عمل اس حدیث پر نہیں پایا ہے۔ امام نخعی فرماتے ہیں اگر میں صحابہ کرام کو دیکھتا کہ وہ گٹوں تک اور کلائیوں تک ہی وضو کرتے ہیں تو میں بھی اسی طرح وضو کرتا، اگرچہ میں آیت میں الی المرافق پڑھتا اس لیے کہ صحابہ پر سنت ترک کرنے کی تہمت نہیں رکھی جاسکتی وہ تو اصحاب علم اور اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ اس کے نبی کی سنت پر حریص تھے بنابریں کوئی ان پر ترک سنت کا ہرگز گمان نہیں کرسکتا سوا اس شخص کے جو دین کے معاملہ میں خود متہم ہو۔

عبدالرحمٰن بن مہدی متوفی ۱۹۸ھ کا ارشاد ہے مدینہ والوں کی سنت میں سے پہلے والی (یعنی صحابہ وتابعین کے زمانہ کی) سنت حدیث کے مقابلہ میں زیادہ بہتر ہے۔

اور سفیان عیینہ فرماتے ہیں حدیث فقہاء کے علاوہ دوسروں کو گمراہ کر دینے والی چیز ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ غیر فقیہ حدیث کو کبھی اس کے ظاہر پر محمول کر لیتا ہے، حالاں کہ اس میں دوسری حدیث کی وجہ سے تاویل کی جاتی ہے یا کسی ایسی دلیل کی وجہ سے جو اس غیر فقیہ پر مخفی رہ گئی ہے یا وہ حدیث متروک ہوگئی ہے اور اس کا ترک واجب کرنے والی کوئی دوسری چیز ہوتی ہے۔ جس کو بطور حجت صرف متبحر عالم یا ماہر فقیہ ہی پیش کرسکتا ہے عبداللہ ابن وہب کا ارشاد ہے۔ جس صاحب حدیث کا فقہ میں کوئی امام نہیں وہ گمراہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو امام مالک اور امام لیث کے ذریعہ نہ بچاتا تو ہم گمراہ ہوجاتے۔ (کتاب الجامع لابن زید القیروانی ص ۱۳۹و۱۴۸و۱۵۱)

امام ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کا ارشاد

فرماتے ہیں اگر صحابہ وضو میں صرف ناخن دھوتے تو ہم بھی اس سے زیادہ نہ دھوتے کیوں کہ کسی قوم پر عیب لگانے کے لیے اتنا کافی ہے کہ ہم اس قوم کی عمل میں مخالفت کریں (الحجہ للحافظ ابی القاسم الاصبہانی ج ۲: ص ۴۰۱)

وسئل إبن الماجشون رحمه اللّٰه (ت ۲۱۳ھ): لِمَ رَوَيْتُمْ الحديث ثم تركتموه: قال: ليعلم أنّا على علم تركناه.
(ترتيب المدارك للقاضي عياض ۱/ ٦٦)

قال الامام سفيان الثوری رحمه اللّٰه (ت ۱۲٦ھ) قد جاء ت احاديث لايوخذ بها. (شرح العلل لابن رجب ۱/ ۲۹)

ز قال الامام القاضي ابويوسف المتوفى سـ۱۸۲ھ رحمه اللّٰه

العامى اذا سمع حديثا ليس له أن يأخذ بظاهره لجواز أن يكون مصروفا عن ظاهره أومنسوخا خلاف الفتوى، (الكفاية ج۲: ص۲۹٤) ط

وقال إبن ابى الزناد (ت ۱۷٤ھ): كان عمر بن عبدالعزيز يجمع الفقهاء ويسألهم عن السنن والأقضية ألتى يعمل بها فيثبتها، وما كان منه لا يعمل به الناس ألغا وان كان مخرجه من ثقة.
(ترتيب المدارك ۱/٦٦)

وقال الامام الحافظ الرامهرمزی رحمه اللّٰه (ت نحو ۳٦۰) فی المحدث الفاصل (ص۳۲۲) وليس يلزم المفتى أن يفتى بجميع ماروى، ولا يلزمه ايضا أن يترك رواية مالا يفتى به وعلى هذا مذاهب جميع فقهاء الامصـــار، هــذا مالك يرى العمل بخلاف كثير مما يروى. إنتهىٰ.

ابن الماجشون کا جواب متوفی ۲۱۳ھ

ان سے سوال کیا گیا تم لوگوں نے حدیثوں کو روایت کرنے کے بعد ان پر عمل ترک کیوں کیا؟ فرمایا اس لیے ترک کیا تا کہ یہ بات جان لی جائے کہ ہم نے ایک علم کی بنیاد پر ان پر عمل نہیں کیا ہے۔ (ترتیب المدارک للقاضی عیاض ج ا:ص ۶۶)

امام سفیان ثوری متوفی ۱۲۶ھ کا فرمان

ایسی حدیثیں بھی وارد ہوئی ہیں جن پر عمل نہیں کیا جاتا ہے۔

(شرح العلل لابن رجب ج ا:ص ۲۹)

ز قاضی ابو یوسف متوفی ۱۸۲ھ کا ارشاد عالیشان

عام آدمی جب کسی حدیث کو سنے تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ظاہر حدیث سے جو سمجھا ہے اس پر عمل کرے کیوں کہ ممکن ہے کہ ظاہری معنی مراد نہ ہوں یا وہ حدیث منسوخ ہو؟ بخلاف فتوی کے (کیوں کہ فتوی میں یہ شبہ نہیں ہوتا، اس لیے کہ مجتہد نے پوری تحقیق کے بعد ہی فتوی دیا ہے) (کفایہ ج ۲:ص ۲۹۴) ط

حضرت عمر بن عبد العزیز کا عمل مبارک

ابن ابی الزناد متوفی ۱۷۴ھ فرماتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز رحمہما اللہ فقہاء کرام کو جمع فرماتے تھے اور ان سے سنتوں اور ان فیصلوں کو دریافت کرتے تھے جن پر عمل کیا جائے گا تب ان کو ثبت فرماتے تھے اور ان میں سے جو متروک العمل ہوتے ان کو بیکار چھوڑ دیتے تھے اگر چہ ان کے ناقل ثقہ اور معتمد ہی کیوں نہ ہوتے۔ (ترتیب المدارک ج ا:ص ۶۶)

امام رامہرمزی رحمہ اللہ متوفی ۳۶۰ھ تقریباً کا ارشاد مبارک

مفتی کے لیے ضروری نہیں کہ ان تمام حدیثوں کے مطابق فتوی دے جو اس نے روایت کی ہیں نہ اس پر یہ لازم ہے کہ جن پر فتوی نہ دے ان کو روایت کرنا ترک کر ڈالے جمیع بلاد کے فقہاء کرام کا یہی موقف ہے یہ امام مالک ہیں جو ان حدیثوں کے خلاف بھی عمل کو جائز مانتے ہیں جن کو وہ خود بکثرت روایت کرتے ہیں۔

(المحدث الفاصل ص ۳۲۲)

وقـال الحافظ الفقيه محمد بن عيسى الطباع رحمه اللّٰه (ت ۲۲٤هـ) كل حديث جاء ك عن النبى صلّى اللّٰه عليه وسلّم لم يبلغك أن أحدًا من اصحابه فعله فدعه.

(الفقيه والمتفقه ۱/۳۵۳-۳۵٤)

وقال الامام الاوزاعى رحمه اللّٰه (ت ۱۵۷هـ) كنا نسمع الحديث فنعرضه على أصحابنا كما يعرض الدرهم الزائف، فما عرفوا منه أخذنا به، وما أنكروا تركنا. (تاريخ ابى زرعة الدمشقى ۱/۲٦۵ والمحمد الفاصل ص ۳۱۸)

وقد أوصى الإمام مالك إبنى أخته أبابكر واسماعيل إبنى أبى أويس فقال لهما: أراكما تحبان هذا الشان (جمع الحديث وسماعه) وتطلبانه، قالا: ، نعم. قال: إن أحببتها أنى تنتفعا به وينفع اللّٰه بكما فأقلا منه وتفقها. الفقيه والمتفقه ۲/۱۵۹ والمحدث الفاصل ص ۲٤۲ و ۵۵۹)

وقال الحافظ الخطيب رحمه اللّٰه (ت ٤٦۳هـ): فى الفقيه والمتفقه (۲/۸۱): وليعلم أن الاكثار من كتب الحديث وروايته لا يصير بها الرجل فقيها،إنما يتفقه باستنباط معانيه وإمعان التفكر فيه. إنتهىٰ.

فقیہ محمد بن عیسیٰ الطباع متوفی ۲۲۴ھ کا فرمان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث ایسی نقل کی جائے جس کے بارے میں تم کو یہ معلوم نہ ہو سکے کہ آپ کے صحابہ میں سے کسی نے اس پر عمل بھی کیا ہے تو اس حدیث کو عملاً ترک کر دو۔ (الفقیہ والمتفقہ ج ۱: ص ۳۵۳ و ۳۵۴)

امام اوزاعی رحمہ اللہ متوفی ۱۵۷ھ کا طریقہ کار

فرماتے ہیں ہم حدیثوں کی سماعت کرنے کے بعد ان کو اپنے اصحاب کے سامنے پیش کرتے تھے جس طرح کھوٹے سکے پیش کیے جاتے ہیں پھر ہمارے اصحاب ان میں سے جن کو پاس کرتے ہم ان حدیثوں کو قبول کر لیتے تھے اور وہ جن روایتوں کو نہ قبول کرتے ہم بھی عملاً ان کو ترک کر دیتے تھے۔

(تاریخ ابوزرعہ دمشقی ج ۱: ص ۲۶۵ المحدث الفاصل ص ۳۱۸)

امام مالک کی اپنے بھانجوں کو نصیحت

امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے دونوں بھانجوں ابوبکر اور اسماعیل جو ابواویس کے لڑکے تھے ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا میں تم دونوں کو دیکھتا ہوں کہ اس کام (یعنی حدیثوں کی سماعت اور ان کو جمع کرنے کے کام) سے بہت محبت کرتے ہو اور اس کی طلب میں خوب کوشش کرتے ہو ان دونوں نے کہا جی ہاں امام مالک نے فرمایا اگر تم دونوں چاہتے ہو کہ اس سے فائدہ بھی اٹھاؤ اور تم دونوں کے ذریعہ لوگوں کو بھی فائدہ پہنچے تو سماعت اور جمع کا کام کم کرو اور اس میں غور و فکر زیادہ کرو۔ (تفقیہ پیدا کرو)

(الفقیہ والمتفقہ ج ۲: ص ۱۵۹، المحدث الفاصل ص ۲۴۲ و ۵۵۹)

خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ کا فرمان عالیشان

جان لینا چاہیے کہ حدیث کی کتابوں سے زیادہ روایت کرنے یا ان کو زیادہ جمع کر لینے سے آدمی فقیہ نہیں بن جاتا ہے تفقہ تو جب حاصل ہوگا کہ ان کے معانی کا استخراج کرنے اور ان میں اچھی طرح غور و فکر کرنے کی صلاحیت ہو جائے۔

وقرر الخطيب أيضا أن الرجل ليس يكفيه إذا نصب نفسه للفتيا أن يجمع في الكتب (خمس مائة ألف حديث)، دون معرفته به ونظره فيه وإتقانه له، فان العلم هو الفهم والدارية، وليس بالاكثار والتوسع في الرواية. (الجامع لأخلاق الراوى ٢/ ١٧٤)

تنبيهان: ألاول قد يحتج (ادعياء) حملة الحديث بقول أئمتنا: "إذا صح الحديث فهو مذهبي" وهي عبارة قالها الامام الشافعي وغيره من الائمة، وفهم البسطاء من هؤلاء أن هذه المقولة على اطلاقها، يطبقها الكبير والصغير، والعالم والجاهل، والمبتدى والمنتهي: وهذا تجن على العلم، فقد قال الامام النووى الحافظ الفقيه رحمه اللّٰه. روينا عن إمام الأئمة أبي بكر محمد بن اسحاق بن خزيمة ـ وكان من حفظ الحديث ومعرفة السنة بالغاية العاليه ـ أنه سئل: هل سنة صحيحة لم يودعها الشافعي كتبه؟ قال: لا. ومع هذا فاحتاط الشافعي رحمه اللّٰه ـ لكون الاحاط ممتنعة على البشر ـ فقال ما هو ثابت عنه من أوجه من وصيته بالعمل بالحديث الصحيح، وترك قوله المخالف للنص الثابت الصريح، وقد إمتثل أصحابنا رحمهم اللّٰه وصيته وعملوا بها في مسائل كثيرة مشهورة...ولكن لهٰذا شرط قل من يتصف به في هذه الأزمان. (زمن الامام النووى ٦٣١–٦٧٦هـ، لا زماننا الذى عم فيه الجهل وطم)، وقد أوضحته في مقدمة شرح المهذب.

(انظر تهذيب الاسماء واللغات ١/ ٥١)

نیز خطیب نے یہ بھی بتایا ہے کہ انسان کو فتوے کا کام کرنے کے لیے صرف اتنا کافی نہیں ہے کہ کتابوں میں پانچ لاکھ حدیثیں جمع کر لے جب کہ اس کے اندر ان حدیثوں میں معرفت اتقان اور غور وفکر کرنے کی اہلیت بھی نہ حاصل ہو، اس لیے کہ حقیقی علم تو سوجھ بوجھ اور فہم وتدبر کا نام ہے صرف وسیع پیمانہ پر نقل کرنے اور کثرت سے حدیث سننے یا جمع کر لینے کا نام علم نہیں ہے۔ (الجامع لاخلاق الراوی ج ۲/ص ۱۷۳)

دو اہم ترین نوٹ

۱ بعض مدعیان اہل حدیث ہمارے ائمہ کے اس قول سے حجت پکڑتے ہیں کہ ان کا ارشاد ہے جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے یہ ایک جملہ ہے جو امام شافعی ودیگر ائمہ کرام نے فرمایا ہے مگر سطحی علم والے اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اس کے لیے کوئی شرط اور قید نہیں ہے ہر چھوٹا بڑا اور عالم وجاہل مبتدی یا منتہی جو چاہے اس کا استعمال کر لے، حالاں کہ یہ طریقہ علم کے ساتھ ناانصافی اور سراسر ظلم ہے فقیہ اور حافظ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں امام الائمہ ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ سے ہم نے نقل کیا ہے (جن کا مقام حفظ حدیث اور سنت کی معرفت میں بہت بلند تھا) کہ ان سے سوال کیا گیا کیا امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں میں کسی سنت ثابتہ کو نقل نہیں بھی کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا ایسا نہیں ہے تاہم امام شافعی نے بہت احتیاط برتی ہے کیوں کہ تمام سنتوں کا احاطہ کر لینا کسی بھی انسان کے لیے محال ہے بنا بریں امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے جو ان سے مختلف طریقوں سے منقول ہے کہ انہوں نے حدیث صحیح پر عمل کی وصیت کی ہے اور ثابت شدہ نص کے خلاف اپنے قول کو ترک کرنے کی تاکید کی ہے اور ہمارے اصحاب شوافع نے ان کی وصیت پر بہت سے معروف مسائل میں عمل بھی کیا ہے اور اس وصیت کی تعمیل کی ہے لیکن اس کام کے لیے ایک شرط ہے کیوں کہ ایسا شخص جو اس وصیت کو استعمال کرنے کی اہلیت رکھتا ہو ہمارے زمانہ میں قلیل الوجود ہے یعنی امام نووی کے زمانہ میں جو ۶۳۱ھ سے ۶۷۶ھ تک ہے نہ کہ ہمارے دور میں جس میں جہالت عام وتام ہے۔ اس شرط کی وضاحت شرح المہذب کے مقدمہ میں کر دی ہے۔ (تہذیب الاسماء واللغات ج۱: ص ۵۱)

وقد بين الامام النووى هذا الشرط فى مقدمة المجموع شرح المهذب (١/١٠٤-١٠٥) فقال: وهذا الذى قاله الشافعي ليس معناه أن كل أحد رأى حديثا صحيحا قال: هذا مذهب الشافعي وعمل بظاهره، وإنما هذا فيمن له رتبة الاجتهاد فى المذهب على ما تقدم من صفته أو قريب منه، وشرطه: أن يغلبت على ظنه أن الشافعى رحمه اللّٰه لم يقف على هذا الحديث، أو لم يعلم صحته، وهذا إنما يكون بعد مطالعة كتب الشافعي كلها، ونحوها من كتب أصحابه الآخذين عنه، وما اشبهها.

وهذا شرط صعب قل من يتصف به. وإنما اشترطوا ما ذكرنا لأن الشافعي رحمه اللّٰه ترك العمل بظاهر احاديث كثيرة رأها وعلمها، لكن قام الدليل عنده على طعن فيها أو نسخها، أو تخصيصها أو تأويلها أو نحو ذالك.

قال الشيخ أبوعمرو (هو الحافظ ابن الصلاح) رحمه اللّٰه، ليس العمل بظاهر ما قاله الشافعي بالهين فليس كل فقيه يسوغ له ان يستقل بالعمل بما يراه حجة مٰن الحديث.. انتهىٰ.

اذا صح الحدیث فہو مذہبی کا مطلب کیا ہے؟

المجموع شرح المہذب کے مقدمہ ج ۱: ص ۱۴۰ و ۱۰۵ پر امام نووی علیہ الرحمہ نے اس قول پر عمل کرنے کی شرط بیان فرمائی ہے۔

فرماتے ہیں امام شافعیؒ نے یہ جو فرمایا یہ (کہ جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے) اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو آدمی بھی کسی حدیث کو صحیح سمجھ لے وہ کہنے لگے کہ یہی امام شافعی کا مذہب ہے اور اس کے ظاہری معنی پر عمل شروع کر دے بلکہ یہ حق تو صرف اس شخص کو پہنچتا ہے جو اجتہاد فی المذہب کے مرتبہ کو پا چکا ہو جس کی تفصیل پہلے بتا دی گئی ہے یا پھر کم از کم مرتبہ اجتہاد کے قریب پہنچ چکا ہو اس کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ اس کا غالب گمان ہو کہ امام شافعی علیہ الرحمہ اس حدیث پر مطلع نہ ہو سکے یا انہوں نے اس کی صحت تسلیم نہ کی تھی اور یہ فیصلہ جب ہوگا کہ امام شافعی کے تمام کتابوں کا مطالعہ کر چکا ہو اور اس طرح کی وہ کتابیں مطالعہ سے گذر چکی ہوں جو امام شافعی سے استفادہ کرنے والوں نے تیار کی ہیں یا جو ان کے مثل کتابیں ہیں تو یہ ایک کڑی شرط ہے کیوں کہ اس شان کا آدمی قلیل الوجود ہے یہ شرط جو ہم نے ذکر کی لوگوں نے اس لیے لگائی ہے کہ امام شافعی نے بہت سی ایسی حدیثوں کے ظاہر معنی پر عمل نہیں کیا ہے جن کو وہ جانتے بھی تھے اور جن سے اچھی طرح واقف بھی تھے، لیکن چوں کہ ایسی حدیثوں میں کسی عیب پر ان کے علم میں دلیل موجود تھی یا ان کا منسوخ ہونا معلوم تھا یا ان میں کسی تخصیص یا تاویل کے وہ قائل تھے یا اسی طرح کی کوئی بات تھی جس کی وجہ سے انہوں نے ان حدیثوں پر عمل ترک کیا شیخ ابو عمرو یعنی حافظ ابن الصلاحؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے جو اذا صح الحدیث فہو مذہبی فرمایا ہے اس کے ظاہر پر عمل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے پس ہر فقیہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بطور خود جس حدیث کو حجت سمجھے اس پر عمل شروع کر دے۔

ز وقال إبن حجر في باب رفع اليدين اذا قام من الركعين

واما كونه مذهبا للشافعي لكونه قال اذا صح الحديث فهو مذهبي ففيه نظر ووجه النظر أن محل العمل بهذه الوصية ما اذا عرف أن الحديث لم يطلع عليه الشافعي أما اذا عرف أنه اطلع عليه ورده أو تاوله بوجه من الوجوه فلا: والامر هنا محتمل.

(فتح الباری ج۲: ص۲۸۳) ط

التنبيه الثاني: قد يقول قائل: (ألمسلم ماموڑ باتباع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، وغير مامورٍ باتباع غيره) والجواب أن التمسك بالسنة هدى، وتركها ضلال، وأئمتنا إما أن يكونوا تمسكوا بالسنة، فهم على هدى ومن اتبعهم على هدى أيضا وإما أن يكونوا تركوا السنة وهجروها، فهم على ضلال ومن إتبعهم على ضلال، وهذا والله من المحال.

ز حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ بخاری کی شرح باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین کے تحت فرماتے ہیں تیسری رکعت کے شروع میں ہاتھ اٹھانا امام شافعی کا اس لیے مذہب قرار پانا چاہیے کہ انہوں نے خود فرمایا ہے کہ جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے یہ بات محل نظر ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امام شافعی کی یہ وصیت اس صورت کے لیے ہے جب یہ معلوم ہو جائے کہ اس حدیث پر وہ مطلع تھے مگر انہوں نے اس کو رد کر دیا ہے یا کسی وجہ سے اس میں تاویل کر لی ہے تو اس صورت میں ان کی اس وصیت پر عمل نہیں کیا جائے گا اور اس مسئلہ میں دونوں کا احتمال ہے (اس لیے روایت صحیح ہونے کے باوجود یہ ان کا مذہب قرار نہیں پائے گا) ط

دوسری تنبیہ یعنی نوٹ ۲

اعتراض کرنے والے کہتے ہیں مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا پابند بنایا گیا ہے غیر نبی کی پیروی کا پابند نہیں بنایا گیا ہے (یعنی اماموں کی پیروی مسلمان پر لازم نہیں ہے)۔ جواب یہ ہے کہ سنت پر جم کر عمل کرنے میں ہدایت ہے اور اس کے ترک کرنے میں گمراہی ہے تو ان اماموں نے اگر سنت سے تمسک کیا ہے تو وہ خود بھی ہدایت پر ہیں اور جو ان کی پیروی کر رہے ہیں وہ بھی ہدایت پر ہیں اور اگر ان اماموں نے سنت کو ترک کر دیا اور اس کو چھوڑ ڈالا ہے تو وہ خود بھی گمراہی میں ہیں اور وہ بھی جو ان کی پیروی کر رہے ہیں لیکن یہ بات کہ انہوں نے ترک سنت کر رکھا ہے اور گمراہی میں ہیں۔ واللہ محال ہے۔

والكلام المتقدم فى هذه الرسالة عن أئمتنا، يوضح لنا المنهجية الصحيحة لكيفية التعامل مع السنة، حتى لا يقع المتمسك بالسنة فى محظورات نهت عنها السنة نفسها، فآلات الاجتهاد المطلق والمقيد يجب أن تكون متوفرة فيمن يريد التمسك بالحديث الشريف (من جهة احاديث الاحكام طبعا، لا من جهة الاداب والاخلاق)

فالعمل بالحديث يجب أن يخضع لشروط، منها صلاحية الحديث نفسه للعمل به كخضوعه لقواعد الحديث من ناحية السند، وخضوعه لقواعد أصول الفقه من ناحية المتن.

خاتمة

قال الامام المجتهد سفيان الثورى رحمه اللّٰه تعالىٰ: إذا رأيت الرجل يعمل العمل الذى قد اختلف فيه وأنت ترى غيره: فلا تنهه.
(الفقيه والمتفقه ٦٩/٢)

وقال الامام المجتهد الأوزاعى رحمه اللّٰه تعالىٰ فى الذى يقبل إمرأته إن جاء يسألنى، قلت: يتوضاء: وان لم يتوضاء لم أعب عليه.
(التمهيد لابن عبدالبر ١٧٢/٢١)

وقال التابعى يحيى بن سعيد الانصارى رحمه اللّٰه ت (١٤٤هـ) أهل العلم اهل توسعة، وما برح المفتون يختلفون، فيحلل هذا، ويحرم هذا، فلا يعيب هذا على هذا، ولا هذا على هذا.
(تذكرة الحفاظ للذهبى (١٣٩/١)

اس رسالہ میں ہمارے ائمہ کی جو گفتگو ماقبل میں گذر چکی ہے وہ ہمارے سامنے سنت کے ساتھ ہمارے تعامل کی کیفیت کے لیے صحیح طریقہ کار کی وضاحت کرتی ہے، تاکہ سنت پر عمل کرنے والا ان خطرات سے اپنے کو روک سکے خود سنت نے جن سے روکا ہے اس لیے اجتہاد مطلق یا مقید کے لے اہلیتیں بھرپور ہونی ضروری ہیں اس شخص کے اندر جو براہ راست حدیث پاک سے استدلال کرنا چاہتا ہے یعنی احکام والی حدیثوں سے نہ کہ آداب واخلاق پر مشتمل حدیثوں سے استدلال کے لیے یہ اہلیتیں درکار ہیں۔

پس حدیث پر عمل کے لیے ضروری ہے کہ وہ چند شرطوں کے تابع ہو، انہیں شرطوں میں یہ بھی ہے کہ نفس حدیث قابل عمل ہو، جیسے کہ حدیث کا قواعد کے تابع ہونا ضروری ہے سند کے لحاظ سے اور متن کے لحاظ سے اصول فقہ کے ضابطوں کی پیروی ضروری ہے۔

خاتمہ

امام مجتہد سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اگر تم کسی آدمی کو ایسے مسئلہ پر عمل کرتا ہوا دیکھو جس میں اختلاف ہے اور تمہارا مذہب اس عمل کرنے والے کے خلاف ہے تو اس کو تم ہرگز منع نہ کرو۔ (الفقیہ والمتفقہ ج ۲: ص ۶۹)

امام اوزاعی علیہ الرحمۃ اپنی عورت کا بوسہ لینے والے کے وضوء کے مسئلہ میں فرماتے ہیں اگر میرے پاس آکر مسئلہ دریافت کرے گا تو میں جواب دوں گا کہ بوسہ سے وضو ٹوٹ چکا، لہذا وضوء کرے لیکن اگر وہ شخص وضوء نہیں کرتا تو میں اس پر طعنہ بھی نہیں دوں گا۔ (التمہید لابن عبدالبر ج ۲۱: ص ۱۷۲)

<u>یحییٰ بن سعید انصاری متوفی ۱۴۴ھ تابعی جلیل فرماتے ہیں</u>

اہل علم وسیع الذہن اور کشادہ ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ مفتیان کرام میں اختلاف ہوتا رہا ہے ایک مفتی ایک چیز کو حلال بتاتا ہے اور دوسرا اسی چیز کو حرام قرار دیتا ہے لیکن کوئی کسی پر طعنہ زنی نہیں کرتا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج ۱: ص ۱۳۹)

وقال إبن تيمية: وأما الاختلاف في الاحكام فاكثر من أن ينضبط. ولو كان كلما إختلف مسلمان في شيئ تهاجرا: لم يبق بين المسلمين عصمة ولا أخوة، ولقد كان أبوبكر وعمر يتنازعان في اشياء لايقصدان إلاَّ الخير، (ثم ذكر حديث بني قريظة ثم قال) وهذا وإن كان في الاحكام، فما لم يكن من الاصول المهمة فهو ملحق بالاحكام.

(مجموع الفتاویٰ ١٧٣/٢٤)

ز مكتوب عمر بن عبدالعزيز الي الأفاق

عن حميد هو حميد الطويل المتوفى ١٤٢هـ قال قلت لعمر بن عبدالعزيز لو جمعت الناس على شيئ فقال ما يسرني أنهم لم يختلفوا قال ثم كتب الى الافاق أو الي الا مصار ليقضى كل قوم بما اجتمعت عليه فقهاؤهم. (سنن الدارمي ج٢: ص١٠٠)

(دار الكتب العلمية بيروت) ط

ز قال أبوعمرليس لاحد من علماء الأمة يثبت حديثا عن النبى صلّى اللّٰه عليه وسلم ثم يرده دون ادعاء نسخ عليه باثر مثله أو اجماع أو بعمل يجب على اصله الأنقياد إليه أو طعن في سنده ولو فعل ذالك أحد لسقطت عدالته فضلا أن يتخذ إماما ولزمه إثم الفسق.

(جامع بيان العلم وفضله ج٢/ص١٤٨) ط

حافظ ابن تیمیہؒ کا قیمتی فرمان عالی

فرماتے ہیں احکام میں اختلاف تو ضبط وتحدید سے باہر ہے پس اگر جب بھی دو مسلمان کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلاف ہو اور اس کی بنیاد پر ایک دوسرے سے تعلق منقطع کرلیا کرے تو آپس میں مسلمانوں کے درمیان عصمت و بھائی چارگی ہی ختم ہو کر رہ جائے گی، بلاشبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت مسائل میں اختلاف کر بیٹھتے تھے، مگر دونوں کا مقصد چند ہوتا تھا۔

(پھر ابن تیمیہ نے بنو قریظہ والی حدیث لا یصلین احدکم إلا فی بنی قریظة) کا تذکرہ کیا ہے) اور فرمایا پس یہ اختلاف احکام وفروع میں تھا مگر جب تک بنیادی اہم باتوں میں نہ ہوگا احکام میں ہی سمجھا جاتا رہے گا۔

(مجموع الفتاوی ج ۲۴: ص ۱۷۳)

ز حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا منشور مملکت اسلامیہ کے نام

حمید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے عرض کیا کہ اگر آپ جمع کر دیتے لوگوں کو ایک بات پر فرمایا مجھے اچھا نہیں لگتا کہ ان میں اختلاف نہ ہو پھر ساری اسلامی دنیا میں لکھ بھیجا کہ ہر قوم اسی فیصلے پر عمل کرے جس پر ان کے فقہاء کا اتفاق ہو۔ ط

ز حافظ ابو عمر یعنی ابن عبدالبر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

علمائے امت میں سے کسی کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ حدیث کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ تسلیم کر لینے کے بعد پھر اس کو رد کردے الا یہ کہ اُسی جیسے اثر یا اجماع یا کسی ایسے عمل کے ذریعہ جس کی پیروی اس کے اصول پر ضروری ہو (ان تین میں سے کسی ایک چیز کی بنیاد پر) اس حدیث کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کرے یا اس کو حدیث کی سند میں ہی کلام ہو ان باتوں کے بغیر اگر کوئی حدیث کو رد کرتا ہے تو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی اور اس پر فسق کا گناہ لازم ہو جائے گا چہ جائیکہ اس کو امام ومقتدا بنایا جائے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲: ص ۱۴۸) ط

ز قال الشيخ عبدالله بن الإمام محمد بن عبدالوهاب النجدى في رسالته

ونحن في الفروع على مذهب الامام احمد بن حنبل رحمه الله ولا تنكر على من قلد احدا من الأئمة الأربعة دون غيرهم لعدم ضبط مذاهب الغير وإننا لا تستحق مرتبة الاجتهاد المطلق ولا احد منا يدعيها إلا انا في بعض المسائل اذا صح لدينا نص جلى من كتاب أو سنة غير منسوخ ولا مخصوص ولا معارض باقوى منه وقال به احد الأئمة الأربعة اخذنا به. (علماء نجد خلال ستة قرون ج۱: ص ۵۱)ط

ز قول العلامة ابن حجر المكي والإمام ولي الله الدهلوى

ونقل ابن الصلاح الإجماع على أنه لايجوز تقليد غير الائمة الأربعة في الفتوى والحكم، (هداية الموفقين ص ٦٦)

وحمل على ذالك قول ابن الصلاح لايجوز تقليد غير الائمة الاربعة أى في قضاء وإفتاء (عقد الجيد ص ٤٩) ط

ز ـ كتبها عن دخوله مع الامير سعود بن عبدالعزيز حين استيلائه على مكة في يوم السبت الثامن من شهر محرم عام ١٢١٨هـ

والشيخ عبدالله ولد في مدينته الدرعية ١١٦٥ وتوفى ١٢٤٤ بالقاهره. ط

ز　امام محمد بن عبدالوہاب نجدی کے صاحبزادے شیخ عبداللہ اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں

ہم لوگ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب پر فروع مسائل میں عامل ہیں اور جو شخص چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی بھی پیروی کرتا ہے ہم اس پر انکار نہیں کرتے ہیں ہاں ان چار کے علاوہ کی پیروی پر ہم نکیر کرتے ہیں کیوں کہ ان کے مذاہب منضبط نہیں ہیں اور ہم لوگ اجتہاد مطلق کے مرتبہ کا استحقاق نہیں رکھتے ہیں نہ ہم میں کا کوئی اس کا دعوے دار ہے البتہ بعض مسائل میں جب ہمارے نزدیک کتاب و سنت کی کوئی واضح نص ایسی آجاتی ہے جو نہ منسوخ ہے نہ مخصوص اور نہ اپنے سے زیادہ مضبوط نص کے معارض تو ہم اس پر عمل کرلیتے ہیں اس شرط کے ساتھ کہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی اس کا قائل ہو۔ (علمائے نجد خلال ستہ قرون ج ۱: ص ۱۵) ط

ز　محدث عمرو ابن صلاح کا دعوی کہ ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی کی تقلید کے ناجائز ہونے پر اجماع ہے

علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ ابن صلاح نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ قضاء اور افتاء میں ائمہ اربعہ کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں۔ (ہدایۃ الموفقین ص ۶۶)

امام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ یہی محمل ہے ابن صلاح کے اس قول کا کہ ائمہ اربعہ کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں ہے یعنی افتاء اور قضاء میں۔ (عقد الجید ص ۴۹) ط

ز ولم تختلف العلماء أن العامة عليها تقليد علمائها وأنهم المرادون بقول اللّٰه عزوجل (فاسئلوا اهل الذكر إن كنتم لا تعلمون) وأجمعوا على أن الاعمى لا بدله من تقليد غيره ممن يثق بميزه بالقبلة اذا أشكلت عليه فكذالك من لا علم له ولا بصر بمعنى ما يدين به لابد له من تقليد عالمه وكذالك لم يختلف العلماء أن العامة لايجوز لها الفتيا وذالك واللّٰه اعلم لجهلها بالمعانى ألتى منها يجوز التحليل والتحريم والقول في العلم. (جامع بيان العلم وفضله ج۲: ص۱۵۵) ط

ز قال إمام الحرمين الذى ذهب اليه اهل التحقيق أن منكرى القياس لايعدون من علماء الأمة وحملة الشريعة لأنهم معاندون مباهتون فيما ثبت استفاضة وتواترا ولأن معظم الشريعة صادرة عن الاجتهاد ولاتكفى النصوص بعشر معشارها وهؤلاء ملتحقون بالعوام.

(قاله النووى فى تهذيب الاسماء والصفات تحت ترجمة داؤد الظاهرى) ط

وصلّى اللّٰه على سيدنا محمد واله وصحبه وسلم كلما ذكرهٗ الذاكرون وغفل عن ذكره الغافلون.

ز اس معاملہ میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عوام پر علماء کی تقلید واجب ہے اور اس میں بھی اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون سے علماء ہی مراد ہیں اور اس پر بھی علماء کا اجماع ہے کہ اندھے آدمی پر جب قبلہ کا رخ مشتبہ ہو جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ کسی ایسے شخص کی تقلید کرے جس کو قبلہ کی تمیز کرنے کا وثوق ہو، اسی طرح دین کے معاملے میں جس شخص کے اندر علم و بصیرت کا فقدان ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ عالم کی تقلید کرے، ایسا ہی اہل علم کا اس بات میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ عام آدمی کے لیے فتویٰ دینا جائز نہیں اس لیے کہ وہ ان حقائق سے واقف نہیں جن کے ذریعہ حلال و حرام کو ثابت کیا جاتا ہے یا جن کے ذریعہ علم میں بحث و گفتگو کی جاتی ہے۔ واللہ اعلم

ز داؤد ظاہری اور ان کے ہم خیال اہل حدیث کا شمار علماء میں نہیں ہے۔

امام الحرمین فرماتے ہیں اہل تحقیق کا مذہب ہے کہ قیاس (اجتہاد) کے انکار کرنے والوں کا شمار علمائے امت اور حاملین شریعت میں نہیں ہے، کیوں کہ جو چیز مستفیض اور متواتر طریقہ سے ثابت ہے یہ لوگ اس کے خلاف ہٹ دھرمی اور الزام تراشی کرتے ہیں، حالاں کہ شریعت کا بڑا حصہ اجتہاد (قیاس) سے ہی ثابت ہے اور اس کے دسویں حصہ کے لیے بھی نصوص کافی نہیں، اس لیے ان کا شمار عوام میں ہوگا۔ ط

وصلى الله على سيدنا محمد واله وصحبه وسلم كلما ذكره الذاكرون وغفل عن ذكره الغافلون.